بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

- حکومت کے شرمناک کردار نے پارلیمانی روایات پر پانی پھیر دیا
- قوم کے حقوق، ملکی مفاد اور جمہوری روایات سے انحراف
- وزیر مذہبی امور حاجی سیف اللہ کا جارحانہ کردار
- پارلیمنٹ کا سب سے پہلا اور بنیادی فریضہ
- وزارت مذہبی امور کیلئے دو سال میں کئی وزیروں کا تقرر و عزل

ذیل میں مولانا سمیع الحق کی سینٹ میں دو اہم تقریریں ریکارڈ کی حفاظت اور افادۂ عام کے پیش نظر شامل اشاعت ہیں۔ پہلی تقریر ۴ر اکتوبر ۶۸۷ء ساتھ بجکر دس منٹ پر اور دوسری تقریر ۲۶ر اپریل دس بجکر پچاس منٹ پر ہوئی۔ دونوں تقاریر کا مسودہ سینٹ سیکرٹریٹ کی رپورٹ سے ماخوذ ہے (ادارہ)

مولانا سمیع الحق | سجاد صاحب تو موجود ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگر ملک کا کوئی بھی شخص پارلیمنٹ کے ممبران کو، معزز اراکین کو اپنے فرائض منصبی کی طرف متوجہ کرانا چاہے تو ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہئے یہ نہیں کہ ہم یہ سمجھیں کہ ہمیں یہ دھمکی دے رہا ہے۔ جیسے کہ میرے دوست قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس سینٹ اور اسمبلی کی ساری بنیاد ہی یہاں شریعت اسلامیہ کے نفاذ پر ہے۔ یہاں جو ریفرنڈم ہوا ہے وہ بھی اسی مسئلہ پر ہوا۔ کہ ہم فوراً اسلام کے نفاذ کے عمل کو تکمیل تک پہنچائیں گے۔ پھر اسی پس منظر میں الیکشن ہوئے اور سب نے عوام کے سامنے یہی بات رکھی کہ ہم نے جاتے ہی اسمبلیوں میں شریعت کے نظام کو نافذ کرنے کے عمل کو تیز کرنا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے سیاستدانوں کے بائیکاٹ کے مطالبہ کو مسترد کر دیا۔ اور بڑے جوش و خروش سے اس الیکشن میں حصہ لیا۔ اصل مسئلہ ایک بل کا نہیں ہے بلکہ پورے نظام کا مسئلہ ہے۔ اس نظام کو لے کر ہم اٹھے ہیں اور چلے ہیں۔ اسی نظام پر مسلم لیگ نے قیام پاکستان کا نعرہ لگایا تھا۔ جیسے کہ میرے دوست ملک صاحب نے فرمایا کہ مسلم لیگ کے منشور میں بھی یہ بات شامل ہے۔ تو چاہئے یہ تھا کہ یہ دھمکی پارلیمنٹ کو اقبال صاحب دیتے کہ بھائی اگر تم نے صحیح کام نہ کیا اور ہمارے منشور کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش نہ کی تو یہ اسمبلیاں جو ہیں ان کا جواز نہیں ہے کہ یہ یہاں بیٹھی رہیں۔ دستور کی تفصیل آپ نے سنی ہیں اور پھر ریفرنڈم جس بنیاد پر ہوا ہے وہ بھی آپ کو پتہ

ہے۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ پارلیمنٹ کو اس کے اصل فرائض کی طرف متوجہ کرے۔ جمہوریت کے بارے میں ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کا احتساب کریں۔ کہ پارلیمنٹ اپنے اصل کام کو ٹال رہی ہے یا اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا رہی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہرگز دھمکی نہیں ہے اور حقیقت ہے کہ ممبران اسمبلی اگر شریعت بل یا شریعت کے نفاذ میں سرگرمی نہ دکھائیں اور شریعت بل نافذ نہ ہو تو یہاں یہاں سب ممبران کو اسمبلیوں میں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

تو یہاں اسمبلیوں میں سب ممبران پارلیمنٹ کو بیٹھنے کا کوئی جواز نہیں ہوگا اور ہر شخص کو حق حاصل ہوگا کہ وہ ممبران اسمبلی کا گھیراؤ کرے۔ ممبرانِ اسمبلی کے راستوں میں رکاوٹیں ڈالے۔ ان اسمبلیوں کو درہم برہم کرے اور قوم کو الیکشن پر مجبور کرے نئی اسلامی تبدیلی کے لئے سب کچھ کرنا جہاد اسلامی ہوگا۔

درمیان میں جنرل سعید قادر اور میر حسین بخش بنگلزئی کو موقعہ دیا گیا۔ اس دوران مولانا سمیع الحق کسی ضرورت سے دوسری سیٹ پر تشریف لے جاچکے تھے۔ اور وہیں سے خطاب کرنا چاہا کہ ایک ممبر نے اعتراض کیا

ایک معزز رکن | جناب، مولانا صاحب اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔

مولانا سمیع الحق | کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ اجازت دے دیں تو کوئی بات نہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین | مولانا صاحب، آپ اپنی سیٹ پر آکر اظہار خیال فرمائیں۔

مولانا سمیع الحق | جناب والا! اس بات کے اعادہ کی بار بار ضرورت نہیں ہے کہ شریعت بل ایک اہم ترین قوم اور ملک کا مسئلہ ہے اس وقت پوری قوم کی نگاہیں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ صرف قوم ہی کی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں یہ چیز زیر بحث آچکی ہے۔ اور جو اسلام دشمن قوتیں ہیں، ان کو بھی یہ بات ہمارے ملک میں اور باہر ملک میں کھٹک رہی ہے۔ سب سے اہم بات پر جو تاخیری سلسلہ چلا آرہا ہے۔ اس کو پوری قوم نے بے حد محسوس کیا ہے۔ اور اس وقت نہیں ایک دن ہی شاید مل رہا ہے۔ اور ایک دن ۳ تاریخ والا ہے۔ اب ان دو دنوں میں سے ایک دن کو ختم کرانا میں سمجھتا ہوں کہ یہ صریحاً زیادتی ہے۔ حاجی سیف اللہ صاحب پر کئی پہلوؤں سے یہ معاملہ موقوف نہیں ہے شریعت بل کا تعلق مذہب سے نہیں ہے بلکہ قانون سے ہے۔ مذہب علمی اصطلاحات میں محدود عبادات وغیرہ جو ہیں ان کا نام ہوتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ اس میں نہ نماز کا ذکر ہے نہ روزہ کا ذکر ہے۔ اس میں تو قانون کی بات ہو رہی ہے۔ قانون مسلمانوں کا کیا ہے؟ اس کے ماخذ کیا ہیں؟ اور اس کے علاوہ اس میں مقننہ کی بات ہو رہی ہے کہ مقننہ پر کیا کیا حدود ہیں۔ اس میں انتظامیہ کی بات ہو رہی ہے۔ یہ ساری

چیئرمین وزیر مذہبی امور کے کھاتے میں ڈال دینا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کو ٹالنے والی بات ہے۔ کیونکہ وزیر قانون صاحب موجود ہیں۔ شریعت بل کا تعلق براہِ راست وزارت قانون سے ہے۔ پھر جب اتنا اہم بل یہاں پیش تھا تو انہیں وہاں کمرے بک کرانے کے لئے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ کام کوئی ایک معمولی سیکرٹری بھی کر سکتا تھا۔ حجاج کرام کے انتظامات کے لئے چلا جانا اس معاملہ کو یعنی کمروں کی بکنگ کو اتنا اہم سمجھ کر وہاں جانا، اسے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو شریعت بل کے سلسلے میں میدان سے بھاگ کر اس کو ٹالنے والی بات ہے۔ ہم اس کے ہرگز روادار نہیں ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے بہت سارے معزز اراکین یہ کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔ ہمیں اور بھی اپنے کچھ بل پیش کرنے ہیں۔ قانون سازی کرنی ہے۔ دو سال سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ لہٰذا آپ اس پر بحث شروع کیجئے۔ شاید حاجی صاحب کے آنے تک یہ پاس بھی نہ ہو۔ آپ اس پر بحث شروع کیجئے۔ اور ہم اس کے ہرگز روادار نہیں کہ آج بھی اس کو ملتوی کر دیں۔ میری یہی گذارشات ہیں اور یہی مودبانہ اپیل ہے۔

مولانا سمیع الحق | میں گذارش کروں گا کہ بار بار ایک تاثر سامنے آ رہا ہے کہ گویا مذاکرات ہو رہے ہیں یا رابطہ قائم ہے۔ یہ باتیں ہم صرف اخبارات میں دیکھتے ہیں۔ میں اپنی حد تک تو کہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ بالکل کوئی رابطہ قائم نہیں کیا گیا۔ نہ کوئی بات چیت چلی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بات مشاورت کی ہو رہی تھی۔ یہ مجلس مشاورت ہی ہے۔ پارلیمنٹ کے ارکان مجلس مشاورت ہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مشاورت کو کیوں ایک شخص پہ ملتوی کرتے ہیں۔ آج ہی مشاورت ہو جائے آپ نے ترامیم بھیجی ہیں اور ان ترامیم کی روشنی میں شق وار بحث شروع ہوئی ہے۔ ہر شق پر آپ کی ترامیم کے ساتھ بحث ہو جائے گی۔ اور بحث چلتی رہے گی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل تاخیری حربے ہیں۔ قاضی عبداللطیف صاحب نے بڑی رعایت کی ہے۔ اب اس طریقے سے ایک شخص پہ موقوف کرنا، ایک ہفتے کے بعد شاید وہ وزیر بھی نہ رہے۔ پھر دوسرے وزیر کے لئے انتظار کریں۔ پھر تیسرے وزیر کا انتظار کریں۔ اور اس کے بعد شاید کوئی اور وزیر مذہبی امور آئے۔ یہاں اب تک ۵، ۶ تو بدل گئے ہیں۔ ایک ایک وزیر کو آپ بدلتے رہیں گے۔ اور اجلاس ملتوی کرتے رہیں گے۔ پھر کم از کم یہ معاہدہ آج ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ جب تک سینیٹ شریعت بل کا فیصلہ نہیں کرے گا، اس کو پاس کرنے کا یا رد کرنے کا، اس وقت تک سینیٹ کا اجلاس ملتوی نہیں ہو گا۔ اگر ہمارے ساتھ یہ معاہدہ تحریری کرتے ہیں تب ہم یہ بات مانتے ہیں۔

(درمیان میں لفٹیننٹ جنرل سعید قادر نے مولانا سمیع الحق کی وزارت کی بات کی تو مولانا نے جواب میں فرمایا)

مولانا سمیع الحق | میں وزیر بن بھی جاؤں مگر شریعت بل پاس نہیں کر سکوں گا۔ میں وزیر اعظم بھی بن جاؤں تو شریعت بل پاس نہیں کر سکوں گا (کہ مجھے اپنے مشن کی تکمیل میں آزادی نہیں رہے گی)

مولانا سمیع الحق | جناب چیئرمین صاحب میں یہاں اتنی گذارش کروں گا کہ یہاں ۳۰، ۱ دفعہ کا سہارا لیا گیا ہے اور حاجی سیف اللہ صاحب محترم نے جو تقریر فرمائی اس میں انہوں نے فرمایا کہ حسب معمول جو پروسیجر ہے اس میں اگر کوئی دقت واقع ہو جائے اور معاملہ آگے نہ بڑھ سکے۔ اس وقت کوئی کمیٹی بنائی جا سکتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اور

اور ان مراحل کو طے کرنے کے لئے آپ کے سامنے جب یہ بل پیش ہوا تو یہ ایک سلیکٹ کمیٹی کے حوالے کیا گیا۔ سٹینڈنگ کمیٹی کے حوالے کیا گیا۔ وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئی یا نہیں لیکن بعد میں یہ سلیکٹ کے حوالے کیا گیا۔ اور اس نے بھی ایک متفقہ مسودہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے بعد موجودہ ضوابط میں جو گنجائش تھی وہ یہی تھی کہ اس کو نظریاتی کونسل کے پاس بھیجا جائے چنانچہ اسے نظریاتی کونسل کے پاس بھیجا گیا۔ پھر یہ گنجائش بھی تھی کہ اسے استصواب رائے کے لئے مشتہر کیا جائے۔ چنانچہ اس بل پہ آپ نے قوم کی استصواب رائے بھی حاصل کر لی اور انہوں نے پورے جوش و خروش سے اور پارلیمنٹ کی تاریخ میں بے مثال جذبے کا مظاہرہ کر کے لاکھوں کی تعداد میں اپنی رائے دے دی۔ انہوں نے باہر سے اپنی رائے کی ضرورت محسوس کی۔ شاید آپ کو بھی یاد ہو گا کہ جناب وزیر اعظم صاحب نے پارلیمنٹ سے باہر مسلم لیگی ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی تھی جس میں قومی اسمبلی اور سینیٹ دونوں کے مشترکہ ارکان لئے گئے تھے۔ اور اس کمیٹی کو بھی کہا گیا تھا کہ آپ اپنی تجاویز اس پہ دے دیں۔ پھر اس پہ حسب ضابطہ پہلی خواندگی شروع ہوئی۔ تقریباً دو سال تک معزز ارکان بڑی محنت سے اور بڑی تیاریاں کر کے اس بل کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ اب ان مراحل کے ہوتے ہوئے دوسری خواندگی کا موقع آیا۔ اب ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ اس میں کوئی رکاوٹ ہے یا نہیں۔ اور کیا دقتیں ہیں اور کیا نہیں۔ یہ صورت حال تب پیش آئے گی جب ہم دفعات پہ بحث شروع کریں گے۔ دفعہ وار کوئی تجویز سامنے آئے گی۔ اس وقت پتہ چلے گا کہ کوئی رکاوٹ ہمارے سامنے آئی ہے اور اس کو ہم حل نہیں کر سکتے۔ ایوان میں تو کمیٹی بنا دی جائے۔ قومی اسمبلی کی جو مثال دی گئی ہے یا مجلس شوریٰ کی جو مثالیں دی گئی ہیں وہاں تمام دفعات پر بحث ختم ہونے کے بعد ترامیم پہ بحث شروع ہوئی اور وہاں آگے دقت آئی تو وہاں انہوں نے کمیٹی کا سہارا لیا۔ یہاں پر تو بحث شروع ہی نہیں ہوئی جنرل بحث تو ہو چکی ہے۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس ایوان میں کوئی دقت پیش آئے گی یا نہیں۔ یہ بنیا دمفروضے پہ مبنی ہے پھر جو مثالیں حاجی سیف اللہ صاحب نے دی ہیں۔ قومی اسمبلی اور مجلس شوریٰ کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ نیک نیتی سے انہوں نے مجبور ہو کر معاملہ کو حل کرنے کے لئے ۱۹۷۳ کے دستور کے وقت بھی اور شوریٰ میں بھی دل سے چاہا کہ ملک بحران سے نکل جائے۔ اور ہم معاملہ حل کرانے کے لئے کسی متفقہ فیصلے پہ پہنچ جائیں۔ یہاں میں سمجھتا ہوں کہ یہاں دفعہ ۱۷۳ کا سہارا،

یہاں میں ایک لفظ کہوں تو پھر حاجی صاحب ناراض ہوں گے کہ میری نیت پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں اس دفعہ کا سہارا مسئلہ حل کرانے کے لئے نہیں لیا جا رہا بلکہ اس کو سرد خانے میں ڈالنے کے لئے اور اس کو دفن کرنے کے لئے اس دفعہ کا سہارا لیا جا رہا ہے۔

اور اس کی واضح صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف تو حاجی صاحب ہمیں مژدہ سناتے ہیں کہ باہر بات چیت بھی شروع ہو چکی ہے اور نظریاتی کونسل، شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے ارکان سے بھی مشورہ ہو رہا ہے جب

یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو پھر اس مرحلے پر یہ تجویز کیسے سامنے لائی گئی۔ یہ تجویز اور اس کو مستقل کمیٹی کے حوالے کرنے کی تجویز اسی لئے سامنے لائی گئی ہے کہ باہر اگر اخلاص سے کوئی جدوجہد ہو بھی اور اگر وزیر اعظم چاہیں بھی کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ لیکن یہاں یہ حضرات اس تجویز کے ذریعے ان کوششوں کو بھی سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ اس وقت اگر باہر بات چل رہی ہے جب کہ اس کا آغاز مثبت اور ٹھوس طریقے سے ابھی نہیں ہوا۔ تو اس وقت پھر اس کمیٹی کی ضرورت کیا ہے۔ جب باہر، خدا کرے، کسی نتیجے پر پہنچ بھی جائیں گے۔ پھر آپ کہیں گے وہ ساری چیزیں اس کمیٹی کے سامنے رکھ دیں تو میرے خیال میں اس کمیٹی سے صرف یہی ہو گا کہ اس بل کو اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک سرد خانے میں ڈال دیا جائے گا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ خدارا۔ پارلیمنٹ تو ایک جمہوری ادارہ ہے اور یہاں قانون بنانے کے ارکان بڑی محنتیں کرتے ہیں۔ اور مخالفانہ اور موافقانہ نقطہ نظر اپنی صوابدید اور بصیرت کے مطابق ارکان پیش کرتے ہیں لاکھوں کروڑوں روپے اس پر خرچ کرتے ہیں۔ انتخابات ہوتے ہیں پھر اسمبلیاں بنتی ہیں۔ پھر یہ سارے مراحل کمیٹیوں کے سلیکٹ کمیٹیوں کے استصواب رائے کے جب سارے مراحل گذر جائیں گے تو کسی بھی مرحلے پر کوئی اس ۱۷۳ کا سہارا لے کر اس ساری پارلیمانی جدوجہد پر پانی پھر سکے گا۔

اب اگر یہ دو ڈھائی سال کی محنتیں، اب اگر حاجی سیف اللہ صاحب اس دفعہ کا سہارا لے کر ضائع کرنا چاہتے ہیں تو نہ یہ قوم کے حق میں مفید ہے اور نہ جمہوریت کے حق میں۔ نہ ملک کے حق میں۔ نہ قانون ساز ادارے کے حق میں۔ تو جیسا کہ قاضی عبداللطیف صاحب نے بھی فرمایا کہ یہ حق کسی غیر محرک کو ہے ہی نہیں۔ اگر یہ تلوار کسی غیر محرک کے ہاتھ میں دے دیں تو پھر کوئی محترم ممبر قانون سازی کا اپنا فرض ادا نہیں کر سکے گا۔ اس لحاظ سے ان دلائل کی بنیاد پر آپ اس کمیٹی کی تجویز کو منظور نہ فرمائیں بلکہ اس کو مسترد فرمائیں۔

جناب قائمقام چیئرمین | پارلیمانی روایات جن کا ذکر وزیر مذہبی امور نے کیا ہے اور اس کا حوالہ دیا ہے وہ اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ اس ایوان کو سپیشل کمیٹی بنانے کا اختیار ہے۔ اٹارنی جنرل نے بھی اس نکتے کی وضاحت کی ہے۔ میں ان کے دلائل سے اتفاق کرتے ہوئے اس تحریک کو باضابطہ قرار دیتا ہوں۔

مولانا سمیع الحق | پوائنٹ آف آرڈر۔ میں گذارش کرتا ہوں.....

جناب قائمقام چیئرمین | میں موشن پیش کر رہا ہوں جو اس تحریک کے حق میں ہیں وہ ہاں کہیں اور جو اس کے خلاف ہیں وہ نہ کہیں۔ فیصلہ ہاں کہنے والوں کے حق میں ہوا۔ اور تحریک منظور ہو گئی۔

مولانا سمیع الحق | میں آپ کی اطلاع کے لئے اتنا عرض کرتا ہوں کہ میں اور قاضی عبداللطیف صاحب جو کہ دونوں محرکین ہیں شریعت بل کے، وہ اس کمیٹی کے ساتھ قطعاً تعاون نہیں کریں گے اور ہم دونوں اس کمیٹی کی کسی میٹنگ میں نہیں بیٹھیں گے اور اس تجویز پر جو آپ نے فیصلہ دیا ہے ہم دونوں واک آؤٹ کرتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے۔